ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.3 2023

رینالڈ نکلسن کے افکار کا تجزیاتی مطالعہ

EXPLORING THE INTELLECTUAL LEGACY OF REYNOLD NICHOLSON: A CRITICAL STUDY

***Dr. Muhammad Samiullah**

*Associate Professor, Department of Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology, Lahore

ABSTRACT:
Reynold Alleyne Nicholson (1868-1945) is a prominent figure in the world of Orientalism, often regarded as a moderate and impartial British Orientalist. However, a deeper analysis of his thoughts and theories reveals a complex picture. While Nicholson is commonly associated with scholars like Goldziher, Danté, Suroosh, More, Hamilton Gibb, Michael Hart, Edward Gibbon, Montgomery Watt, George Sale, Joseph Schacht, and Biddle, who held prejudiced and anti-Islamic views, it becomes evident that he was in no way less influenced by their biased perspectives. Nicholson holds a significant place in the academic world of the West, with a profound interest in religion and various aspects related to it, including philosophy, poetry, and history. However, his central focus remains Sufism. He was a close associate of renowned Orientalist T.W. Arnold and had students like E.G. Brown and J.A. Arberry, along with being a mentor to the famous Eastern poet and philosopher Allama Iqbal. This study explores how Nicholson, by maintaining a balance between critique and inquiry, contributed to the scrutiny of Islamic thought, philosophy, history, and jurisprudence. It specifically sheds light on his unscientific and biased expressions regarding the prophethood, mission, and miracles of the Prophet of Islam, especially the miraculous Ascension.
Keywords: *Reynold Nicholson, Orientalism, Sufism, Islamic Thought, Prejudiced Perspectives*

تمہید

مستشرقین میں ایک اہم نام رینالڈ ایلین نکلسن(Reynold Alleyne Nicholson) (۱۸۶۸ء تا ۱۹۴۵ء) کا ہے۔ اسے عمومی طور پر ایک معتدل وغیر جانب دار برطانوی مستشرق خیال کیا جاتا ہے مگر اس کے افکار و نظریات کے گہرے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ گولڈ زیہر، دانتے، سر ولیم میور، ہملٹن گب، مائیکل ہارٹ، ایڈورڈ گبن، منٹگمری واٹ، جارج سیل، جوزف شاخت اور بڈویل ایسے متعصب اور اسلام دشمن مستشرقین سے کسی صورت کم نہیں۔ نکلسن مغرب کی علمی دنیا کا ایک اہم فرد ہے، اگرچہ اس کی عمومی دلچسپی مذہب اور اس سے وابستہ مختلف افکار و نظریات، شاعری، فلسفہ اور تاریخ کے ساتھ ہے لیکن اس کی تحقیقات کا مرکز و محور تصوف ہے۔[1] وہ معروف مستشرق ٹی-ڈبلیو-آرنلڈ کا دوست، ای۔جی۔براؤن(E.G.Brown) کا شاگرد جب کہ مستشرق جے۔اے۔آربری(J.A.Arberry) اور شاعرِ مشرق علامہ محمد

[1]H ttps://www.cambridge.org/core/journals/journal-of-the-royal-asiatic-society/article/professor-reynold-a-nicholson-littd-lld-fba/4E33A00B80AE05E42B53FC6C85F476E8 Accessed on: 21-03-2018,Time:3:20 PM

اقبالؒ کا استاد ہے۔اس نے اعتدال و توازن اور تحقیق کا نام لے کر جہاں اسلامی فکر و فلسفہ، تاریخ اور فقہ کی مختلف جزئیات کو ہدفِ تنقید بنایا وہاں پیغمبرِ اسلام ﷺ کی نبوت و رسالت اور معجزات، خصوصاً آسمانی معراج کے بارے میں غیر علمی اور متعصبانہ افکار و نظریات کا اظہار کیا ہے۔

نکلسن کے احوال اور علمی و ادبی آثار

نکلسن ۱۹ اگست ۱۸۶۸ء کو برطانیہ میں پیدا ہوا، اس کا والد ہنری ایلین نکلسن علمِ حیوانات کا ماہر تھا اور وہ یونیورسٹی آف ابرڈین میں اس مخصوص علم کا اُستاد تھا، اس کا دادا ڈاکٹر جان نکلسن بائبل کا عالم تھا۔اس پس منظر سے واضح ہوتا ہے کہ آر-اے-نکلسن کو مذہب اور جدید عُلوم و فنون سے دلچسپی خاندانی ذرائع سے ہی میسر آگئی تھی۔[2] وہ ابرڈین یونیورسٹی، کیمبرج یونیورسٹی اور دیگر اعلیٰ شہرت کے حامل تعلیمی و تحقیقی اداروں میں پڑھتا رہا۔اس نے ہندوستانی زبانوں اور قانون خصوصاً فارسی زبان سے متعلق مختلف اسناد حاصل کیں۔اس کی تعلیمی دلچسپیوں اور ذہانت کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہوتا ہے کہ اس نے برطانیہ کے اعلیٰ نوعیت کے علمی اعزازات اور طلائی تمغے حاصل کئے۔ عملی زندگی کا آغاز یونیورسٹی کالج لندن میں فارسی کے استاد کی حیثیت سے کیا۔بعد ازاں طویل عرصہ تک کیمبرج یونیورسٹی میں فارسی اور عربی پڑھائی۔مشرقی عُلوم ولسانیات سے دلچسپی کے باؤجود اس نے کبھی مشرقی ممالک کی سیاحت نہیں کی، اگر یہ کہا جائے تو درست ہوگا کہ اس کی تحقیقات کی بنیاد یورپ میں موجود علمی مصادر ہی تھے۔اس کے خاندان کے بارے میں زیادہ معلومات میسر نہیں آسکیں، اس کی وفات برطانیہ میں ہی ۲۷ اگست ۱۹۴۵ء کو ہوئی۔[3]

اس کی علمی و ادبی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے، اس نے عربی، فارسی اور ترک زبانوں میں دلچسپ اور اہم تحقیقی کام انجام دیئے۔نکلسن اسلامی لٹریچر اور صوفی ازم میں ایک ماہر اسکالر کے طور معروف ہے۔ بعض لوگ اسے 'رومی اسکالر' بھی کہتے ہیں کہ اس نے مولانا روم کی مثنوی کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔اس کے علاوہ "دیوان شمس تبریز" کے منتخب حصوں، ابنِ عربی کے صوفیانہ قصائد، "تذکرۃ الاولیاء"، "کشف المحجوب" اور "اسرار خودی" کے انگریزی تراجم کے علاوہ "A Literary History of The Arabs" کے نام سے معروف علمی، ادبی اور تاریخی کتاب آپ سے یادگار ہے۔[4]

نکلسن نے عربوں کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اپنے پیش رَووں میں سے جرمن مستشرق الفریڈ فون کریما Alfred von Kremer (۱۸۲۸-۱۸۸۹ء)، گولڈزیہر، نولڈیکے اور ویلہاؤزن سے بہت استفادہ کیا ہے۔اس نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں یہ بات بھی بیان کی ہے کہ اگرچہ میں نے بہت سے مقامات پر حوالہ نہیں دیا لیکن میری کتاب کا قاری اس کتاب کے مطالعہ کے دوران یہ ضرور محسوس کرے گا کہ اس کتاب میں کریما، گولڈزیہر، نولڈیکے اور ویلہاؤزن جیسی رہنما اور سند کی حیثیت رکھنے والی شخصیات سے کس قدر استفادہ کیا گیا ہے۔اس کا کہنا یہ بھی ہے کہ میں نے انہی کے کام کو دراصل اپنی اس کتاب میں پیش کیا ہے:

> Finally, it behoves me to make a full acknowledgement of my debt to the learned Orientalists whose works I have studied and freely 'conveyed' into these pages. References could not be given in every case, but the reader will see for himself how much is derived from Von Kremer, Goldziger, Noldeke and Wellhousen to recall only a few of the leading authorities.[5]

نکلسن کی تدریسی صلاحیتوں کا اندازہ اس کے شاگرد اور معروف مستشرق اے-جے-آربری کے اس بیان سے ہوتا ہے جو اس نے اپنے استاد کے انتقال کے بعد دیا:

> "As a teacher Nicholson was admirable: to beginners he was understanding and sympathetic, to advanced students he was inspiring and ungrudging in his aid. The rare

---

[2] H. A. R. Gibb, 'Nicholson, Reynold Alleyne (1868–1945)', rev. Christine Woodhead, Oxford Dictionary of National Biography, Oxford University Press, 2004 accessed 24 Oct 2016 Reynold Alleyne Nicholson (1868–1945): doi:10.1093/ref:odnb/35230

[3] Encyclopaedia Britannica, S.V. "Reynold Alleyne Nicholson :British Scholar", www.Britannica.com/Biography/Reynold-Alleyne-Nicholson : Date:21-03-2018,Time:03:48 PM

[4] Ibid. Reynold A. Nicholson, Accessed 30 June 2014,

[5] Reynold, A. Nicholson, Literary History of the Arabs, New York: Charles Scribner's Sons, 1907, p. xii

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.3 2023

public lectures he gave were always thronged, and he gave his audiences much to delight them.[6]"

مولانا سلمان شمسی ندوی نکلسن کے بارے میں لکھتے ہیں: کہ دائرۃ المعارف کا مقالہ نگار ہے، مصر کی لسانی اکیڈمی کا ممبر بھی رہا ہے، اسلامہ فلسفہ و تصوف اس کا خاص موضوع ہے، اس کے باوجود اس کو اسلام کے روحانی نظام ہونے سے اتفاق نہیں ہے اور اس کو وہ سطحی مذہب قرار دیتا ہے[7]۔ نکلسن کی علمی دلچسپیاں بہت وسیع تھیں، وہ مختلف قومی اور بین الاقوامی کانفرنسوں میں اپنے خیالات کا اظہار کرتا، اس کے مضامین تحقیقی مجلات میں دادِ تحسین وصول کرتے رہے، ان میں سے چند ایک کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

1. The Goal of Muhammadan Mysticism[8]
2. Mysticism−The Legacy of Islam"[9]
3. Ibrāhīm b. Adham.[10]
4. A Historical Enquiry concerning the Origin and Development of Sufism, with a list of Definitions of the terms 'Sufi' and 'Tasawwuf' arranged chronologically[11]

مذہب، ادب، تحقیق اور تنقید کی مختلف جہات سے متعلق اہم خدمات انجام دینے کا ہی صلہ ہے کہ نکلسن کو مشرق و مغرب میں اس کی وفات کے پون صدی بعد بھی علمی حلقوں میں اہم مقام حاصل ہے۔

نکلسن کے علمی تجزیات کا دائرہ مُختلف موضوعات پر پھیلا ہوا ہے، ذیل کی سطور میں اس کے علوم اسلامیہ پر مختلف اعتراضات کا جائزہ لیا جائے گا۔

قرآن کے وحی الہی ہونے کا انکار

رینالڈ نکلسن نے قرآن کے وحی الہی ہونے کا انکار کیا ہے۔ اس کے خیال میں قرآن کریم، وحی الہی نہیں بلکہ حضرت محمد ﷺ کی ذاتی تخلیق ہے اور اس میں مذکور واقعات یہودیت و عیسائیت سے ماخوذ ہیں۔ نکلسن کا بیان ہے:

"The Islam which Muhammad brought with him to Medina was almost entirely derived by oral tradition from Christianity and Judaism, and just for this reason it made little impression on the heathen Arabs whose religious ideas were generally of the most primitive kind. Notwithstanding its foreign character and the absence of anything which appealed to Arabian national sentiment, it spread rapidly in Medina, where, as we have seen, the soil was already prepared for it; but one may well doubt wether it could have extended its sway over the peninsula unless the course of events had determined

---

6 Arberry, A. J. "Professor Reynold A. Nicholson, Litt.D., LL.D., F.B.A.", Op. Cit. p. 92.

7 ندوی، سلمان شمسی، مولانا، مشہور مستشرقین اور ان کی تصانیف (جائزہ اور تعارف)، اسلام اور مستشرقین، مرتبہ، محمد عارف عمری، دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، یوپی ، انڈیا، 2006ء، ج7، ص: 238

8 This paper was read at the Fourth International Congress for the History of Religious held at Leiden (The Netherlands), September 9-13, 1912.

9 . Sir Thomas Arnold and Alfred Guillaume. Oxford, UK: The Clarendon Press, 1931.

10 Zeitschrift für Assyriologie und Vorderasiatische Archäologie. Volume 26, Issue 1-3 (Jan 1912). Published Online: 30-11-2009.

11 Journal of the Royal Asiatic Society. Vol. 38, Issue 2. April 1906. pp. 303-348. Published online: 15 March 2011

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.3 2023

Muhammad to associate the strange doctrines of Islam with the ancient heathen sanctuary at Mecca, the Ka'ba, which was held in universal veneration by the Arabs and formed the centre o f a worship that raised no difficulties in their minds."[12]

اس کا دعوی ہے کہ اسلام، عیسائیت اور یہودیت کی مذہبی روایات سے اخذ شدہ ہے۔ اسی لئے عرب کے کفار نے اس کا بہت کم اثر قبول کیا۔ نزولِ قرآن کے اس مخصوص تصور کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات لازمی امر کے طور پر سامنے آتی ہے کہ تمام انبیاء کی بنیادی دعوت ایک ہی ہے۔ انبیاء نے اپنے معروضی حالات کے پیش نظر اس دعوت کے بیان اور اس کی تبلیغ و اشاعت کی حکمت عملی وضع کی۔ لہٰذا قرآن مجید کے بعض بیانات کا تورات و انجیل سے مماثل ہونا باعث حیرت نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کے علاوہ نکلسن کا یہ اعتراض کہ کفار کی مخالفت کا ایک اہم سبب مسلمانوں کا یہودیت و عیسائیت سے اخذ و قبول ہے، بھی سمجھ سے بالاتر ہے۔ اگر تورات و انجیل کی تشکیلِ جدید کا نام قرآن ہوتا تو یہودی اور عیسائی سب سے پہلے قرآن مجید کو تسلیم کرتے۔ اس کے برعکس یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ انہوں نے اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ سے بھرپور مخاصمت کا رویہ اپنائے رکھا حتی کہ مشرکین مکہ سے تعاون کیا۔ مستشرقین کا ایک بڑا طبقہ خود نکلسن کے ان خیالات کی تردید کرتا ہے۔

حضور ﷺ اور شرک کی ترغیب

حضور ﷺ کی ساری حیاتِ طیبہ توحید کی دعوت اور شرک کی مخالفت سے عبارت ہے۔ بت پرستی کی مذمت کی وجہ سے ہی اہلِ مکہ کی اکثریت آپ ﷺ کی دشمن بن گئی، مشرکینِ مکہ نے نہ صرف حضور ﷺ کو بلکہ حضور ﷺ کے صحابہؓ کو بھی ذہنی، مالی اور جسمانی اذیتوں میں مبتلا کر دیا۔ ان کے مظالم کی جب انتہا ہو گئی تو حضور ﷺ کو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ مصائب و آلام کی بہتات کے باوجود حضور ﷺ نے قریشِ مکہ سے مذہبی عقائد پر کسی قسم کا کوئی سمجھوتہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ حضور ﷺ کی عظمت و عزیمت سے بھرپور اس داستانِ حیات کو تسلیم کرنے کے بجائے مستشرقین نے منفی رویے کا اظہار کیا ہے۔ نبی آخر الزمان ﷺ کی عالی ہمتی کا اعتراف کرنے سے گریز کرتے ہوئے الزام لگایا ہے کہ آپ ﷺ کوشش کرتے رہے کہ کفارِ مکہ سے مفاہمت ہو جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے آپ ﷺ نے شعوری طور پر آیاتِ قرآنیہ میں ملاوٹ کی اور شرکیہ عقائد کو مصلحتاً تسلیم کرنے کی راہ ہموار کی، دراصل مستشرقین کا ہدف حضور ﷺ کو سماجی اعتبار سے ایک کمزور شخص، بُزدل اور بڑی آسانی سے دوسروں کے رعب میں آجانے والا آدمی بنا کر پیش کرنا ہے۔ بعض موضوع روایات کا سہارا لے کر "قصہ غرانیق"[13] پر تبصرہ کرتے ہوئے نکلسن لکھتا ہے:

"One day, it is said, the chief men of Mecca, assembled in a group beside the Ka'ba, discussed as was their wont the affairs of the city, when Muhammad appeared and, seating himself by them in a friendly manner, began to recite in their hearing the 53rd Sura of the Koran. When he came to the verses (19-20) 'Do ye see Al-Lat and Al-Uzza, and Manat, the third and last?' Satan prompted him to add: 'These are the most exalted Cranes (or Swans), And verily their intercession is to be hoped for."[14]

---

12 R.A Nicholson, "A Literary History of the Arabs, Cambridge University Press, U.K 1956, p: 176-177

13 عربی زبان میں''غرانیق ''خوبصورت لڑکیوں کو بھی کہاجاتاہے، چونکہ مشرکین مکہ تین مورتیوں کو خداکی بیٹیاں سمجھتے تھے اس لئے ان کے بارے میں یہ کہانی بھی قصۃ الغرانیق کے نام سے مشہورہوئی۔
ملاحظہ ہو: عبیداللہ کوٹی ندوی، اسلام اور مستشرقین، مرتبہ: ضیاء الدین اصلاحی، دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، انڈیا، ۲۰۰۴ء ، ج:۶،ص:۲۲۰

14 R.A. Nicholson, "A Literary History of The Arabs", P:155

"روایت کی جاتی ہے کہ ایک روز سردارانِ مکہ کعبہ کے پاس جمع تھے اور حسبِ معمول اُمورِ شہر زیرِ بحث تھے ،اس دوران جب محمد ﷺ وہاں تشریف لائے اوران کے پاس دوستانہ انداز میں بیٹھ گئے اور ان کے سامنے قرآن کی سورۃ نمبر ۵۳ کی تلاوت فرمانے لگے، جب آپ ﷺ آیت نمبر ۱۹-۲۰ پر پہنچے: 'بھلا کیا تم نے لات اور عزی (کی حقیقت) پر بھی غور کیا ہے؟ اوراس ایک اور تیسرے پر جس کا نام منات ہے؟' توشیطان نے آپ ﷺ کو ورغلا کر کہلوایا کہ یہ برگزیدہ ہستیاں ہیں جو یقیناً اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں گی۔"

نکلسن کے پیش کردہ اعتراضات کے مختلف پہلو درج ذیل نکات کی صورت میں واضح کئے جاسکتے ہیں:

1. حضور ﷺ نے کفار سے عقائد پر سمجھوتہ کرنے کی کوشش کی۔
2. آپ ﷺ شیطان کے ورغلانے پر قرآن مجید میں تحریف کر دیا کرتے تھے۔
3. آپ ﷺ نے بتوں کی تعریف کی اورامید رکھی کہ وہ اللہ کے ہاں سفارشی ہیں۔

حضور ﷺ کی سیرتِ مطہرہ کو مسخ کرنے اور قرآنِ مجید کے غیر محرف ہونے پر اعتراضات کرنے کے لئے نکلسن نے جن روایات کو بنیاد بنایا ہے وہ معتبر مسلم مفسرین کے ہاں قابلِ قبول نہیں ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر عبدالقادر جیلانیؒ کا حاصلِ مطالعہ ملاحظہ ہو:

"حضور ﷺ کے اندازِ فکر میں اس قدر واضح تضاد کا امکان ہی نہیں۔ توحید نکتۂ اول ہے۔ پوری تحریکِ اسلام اسی مرکز پر گردش کرتی ہے۔ ایک مسلمان بھی کبھی اس نکتے سے منحرف نہیں ہوتا۔ یہ تصور کرنا کہ عظیم ترین مفکر اس عقیدے سے متزلزل ہو سکتا ہے، مجموعی فکرِ انسانی کی توہین ہے۔ حیات طیبہ اس امر پر شاہد ہے کہ اصولوں پر ہر مصلحت کو قربان کیا گیا ہے۔ کبھی بھی مصلحتاً کسی اصول کو تبدیل نہیں کیا گیا۔"[15]

امام فخر الدین رازیؒ نے اس روایت کو باطل قرار دیا ہے اوراس کے رد میں سات آیات سے استشہاد کیا ہے۔[16] اسی مفہوم کی تائید میں علامہ اسماعیل حقیؒ لکھتے ہیں کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ شیطان اتنا طاقت ور ہو جائے کہ وہ اپنی بات حضور ﷺ کی زبان سے نکلوا سکے۔[17] علامہ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں کہ اگر یہ واقعہ رونما ہوا ہوتا تو مسلمانوں کی اکثریت مرتد ہو جاتی۔[18] ڈاکٹر عمادالدین خلیل اس واقعہ کو بے سروپا قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس داستان میں جو تضاد اور انتشار پایا جاتا ہے، وہ خود اس داستان کے بے سروپا ہونے کی نشاندہی کر رہا ہے، کتابوں میں اس کہانی کو "قصۃ الغرانیق" بھی کہا جاتا ہے، اس کہانی کا مقصد مشرکین مکہ کی طرف سے یہ ثابت کرنا تھا کہ محمد ﷺ سے غلطی کا امکان ہے یا یہ کہ آپ ﷺ غلط بات کو بھی قبول کرسکتے ہیں اور وہ بھی اللہ کی توحید جیسے واضح اور اہم معاملہ میں جس پر آپ ﷺ کسی مفاہمت کو قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں تھے اور شرک جیسے اہم مسئلہ میں جس کو آپ ﷺ نے قطعی انداز میں ترک کر دیا تھا۔"[19]

واقعۂ غرانیق کے سلسلۂ سند کی کمزوریوں کی نشاندہی کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

"شیطانی فقروں یا خداوند کی بیٹیوں سے متعلق کہانی کو ابن سعد، طبری اور چند مفسرین نے بیان کیا ہے، مگر ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں یہ صراحت کی ہے کہ یہ تمام روایتیں اپنی سند کے اعتبار سے مرسل ہیں، ان میں درمیانی راویوں کے نام گم ہیں۔ کوئی ایسی روایت نہیں ہے جو صحیح سند کے ساتھ چشم دید راویوں کی نشاندہی کرتی ہو، رسول اکرم ﷺ پر کم سے کم افترا پردازی اور غلط بیانی کرنے والی روایت جس میں سب سے زیادہ تفصیلات دی گئی

15 عبدالقادر جیلانی،ڈاکٹر، ''اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور مستشرقین مغرب کا اندازِ فکر''، کتاب سرائے، اردو بازار، لاہور، ص:۲۹۲
16 رازی، محمد بن عمر، فخر الدین(م۶۰۶ھ)، تفسیر الکبیر، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ج:۸،ص:۲۳۷-۲۳۹
17 اسماعیل حقی، مولانا(م۱۱۳۷ھ)، تفسیر روح البیان، مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، ۱۹۸۵ء، ج:۶، ص:۴۹
18 عینی، محمود بن احمد، بدرالدین، علامہ(م۸۵۵ھ)، عمدۃ القاری،ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، مصر،۱۳۴۸ء، جز:۱۹، ص:۶۶
19 عمادالدین خلیل، ڈاکٹر، مقالہ:سیرت نبویؐ اور مستشرقین (منٹگمری واٹ کے افکار کا تنقیدی جائزہ)، مترجم: عبیداللہ کوٹی ندوی، مجلہ:اسلام اور مستشرقین ،مرتبہ:ضیاء الدین اصلاحی، ج:۶،ص:۲۲۰

ہیں، وہ ابن ابی حاتم کی بیان کردہ ہے، اس کی سند کا حال یہ ہے کہ اس کے راویوں کی آخری کڑی ابن شہاب ہیں، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ یا ان لوگوں کے ناموں کا کوئی ذکر نہیں جو مذکورہ واقعہ کے چشم دید گواہ ہوں۔"[20]

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ اس واقعہ کو خلافِ عقل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس شخص کے شب وروز بتوں کی پرستش کے خلاف جدوجہد میں گزر رہے تھے۔ اس کی زبان سے تو حالتِ خواب میں بھی یا حالتِ بے ہوشی میں بھی اس قسم کے الفاظ کا نکل جانا علمِ نفسیات کے اصولوں کے خلاف ہے۔[21]

قصۂ غرانیق سے منسوب یہ غیر عقلی روایات حدیث کی تحقیق کے لئے وضع کئے گئے روایت و درایت کے معروف اصولوں کے معیار پر پوری نہیں اترتیں۔ مفروضات پر مبنی یہ سارا افسانہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی بیان کردہ روایت پر گھڑا گیا ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور صحابی نے اس عجیب وغریب واقعہ کو نقل نہیں کیا۔ یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے جب کہ ہجرت کے وقت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی عمر صرف تین سال تھی۔ لہٰذا اس روایت کا بیان کرنا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے لئے عملاً ناممکن ہے۔ علاوہ ازیں اگر حضور ﷺ کفار سے ایسی مفاہمت کے خواہاں تھے تو ہجرتِ حبشہ، محصوریٔ شعبِ ابی طالب، حضور ﷺ کے قتل کے منصوبے اور ہجرتِ مدینہ پر مجبور ہونے کی ضرورت کبھی پیش نہ آتی۔ حضور ﷺ پر کفار کا طویل سلسلۂ ظلم والم کسی ایسی مفاہمت کے عدمِ وجود پر ایک اہم دلیل ہے۔

اسلامی تاریخ کے ادوار پر اعتراض

نکلسن نے اپنی تاریخ کے جو مصادر بیان کئے ہیں ان کے تعصب سے بھرپور ہونے میں دورائے نہیں ہے۔ خلافت راشدہ اور بنو امیہ کے بارے میں اس کا خیال یہ ہے کہ بنو عباس کی خلافت کے مقابلے میں یہ کسی حد تک بنجر اور فارغ دور حکومت تھا کیونکہ بنو عباس نے ہی پہلی بار ایرانیوں کو اپنے قریب کیا اور ان کی تہذیب و تمدن اور علوم وفنون کو اسلامی افکار میں مناسب جگہ دی۔ اس کے الفاظ ہیں:

> The Abbasids were no less despotic than the Umayyads, but in a more enlightened fashion. For while the latter had been purely Arab in feeling. The Annasids owned their throne to the Persian nationalists and were imbued with Persian ideas which introduced a new and fruitful element into muslim civilization. [22]

ایک اور جگہ اس نے لکھا ہے:

> From our special point of view the Orthodox and Umayyad Caliphates which from the subject of the present chapters are somewhat barren. [23]

وہ ایک طرف بنو عباس کی روشن خیالی کی وجہ سے ان کی تعریف کرتا ہے تو دوسری طرف بنو امیہ کے بارے میں اس کا کہنا یہ ہے کہ ان میں رتی برابر بھی دین موجود نہیں تھا۔

> Accordin to moslem notlons the Umayyads were kings by right Caliphs only by courtesy. They had as we shall see no spiritual title and little enough religion of any sort. [24]

لیکن بنو امیہ ہو یا بنو عباس دونوں حکومتوں کو استبدادی حکومت قرار دیتا ہے۔

---

[20] م-ن، ص : ۲۲۱
[21] محمدکرم شاہ، الازہری (م۱۹۹۸ء)، ضیاء النبیؐ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ج:۶،ص:۶۱۷

[22] Ibid., p. 182
[23] Ibid.
[24] Ibid., p. 183

نکلسن کا یہ دعوی درست نہیں اس لئے کہ اسلامی روایات ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ بنوامیہ کا دین سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ بنوامیہ میں اگرچہ دینداری نہیں تھی جو خلفائے راشدین میں تھی لیکن ان میں بھی کچھ ایسے خلفاء ہمیں ملتے ہیں جو دینداری کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے جیسا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز(۶۱۔۱۰۱ھ) وغیرہ۔ بنوامیہ کا دور حکومت اگرچہ خلافت راشدہ کے برابر تو نہیں ہیں لیکن مجموعی پہلو سے بنوعباس کے دورِ خلافت سے بہتر تھا۔ اگرچہ کمیاں کوتاہیاں اور شر کے پہلو دونوں ادوار میں موجود ہیں[25] لیکن عمر بن عبد العزیز(۶۱۔۱۰۱ھ) جیسے خلیفہ راشد بنوامیہ میں ہی پیدا ہوئے کہ جنہیں عمر ثانی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔"اطلس تاریخ اسلام" کے مصنفین کا کہنا ہے کہ بنوامیہ کے دور میں سلطنت اسلامیہ کی حدود میں صحیح معنوں میں اضافہ ہوا ہے اور بنوامیہ نے جو سلطنت بنوعباس کو دی تھی، وہ اس میں اضافہ نہ کرسکے بلکہ اس کے برعکس کچھ مفتوحہ علاقے بھی گنوا بیٹھے تھے۔ بنوامیہ نے ایک طرف فارسیوں اور ترکوں کو اسلام میں داخل کیا تو دوسری طرف محمد بن قاسم کے ذریعے ہندوستان میں اسلام کے دروازے کھول دیے۔ قتیبہ بن مسلم نے ماوراء النہر کے رستے چین تک اسلامی حدود کو وسعت دی تو مسلمہ بن عبد الملک نے وسط ایشیا کی ریاستوں پر دستک دی۔ اسی طرح اندلس کے رستے یورپ میں ایک اسلامی ریاست کا قیام بھی بنوامیہ کا کارنامہ ہے۔ شمالی افریقہ کا علاقہ بھی بنوامیہ ہی کے دور میں فتح ہوا۔[26] اس کے برعکس بنوعباس محض بنوامیہ کے مفتوحہ علاقوں کی حفاظت پر لگے رہے اور سلطنت اسلامیہ میں ترکی کے مشرق میں موجود ایک چھوٹے سے علاقے کے علاوہ کوئی خاطر خواہ اضافہ نہ کرسکے۔

خلاصہ بحث:

نکلسن نے ہندوستانی زبانوں اور قانون خصوصاً فارسی زبان سے متعلق مختلف اسناد حاصل کیں۔ اس کی تعلیمی دلچسپیوں اور ذہانت کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہوتا ہے کہ اس نے برطانیہ کے اعلیٰ نوعیت کے علمی اعزازات اور طلائی تمغے حاصل کئے۔ عملی زندگی کا آغاز یونیورسٹی کالج لندن میں فارسی کے استاد کی حیثیت سے کیا۔ بعد ازاں طویل عرصہ تک کیمبرج یونیورسٹی میں فارسی اور عربی پڑھائی۔ مشرقی عُلوم ولسانیات سے دلچسپی کے باوُجود اس نے کبھی مشرقی ممالک کی سیاحت نہیں کی، اگر یہ کہا جائے تو درست ہوگا کہ اس کی تحقیقات کی بنیاد یورپ میں موجود علمی مصادر ہی تھے۔ اس کی علمی وادبی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے، اس نے عربی، فارسی اور ترک زبانوں میں دلچسپ اور اہم تحقیقی کام انجام دیئے۔ نکلسن اسلامی لٹریچر اور صوفی ازم میں ایک ماہر اسکالر کے طور معروف ہے۔ بعض لوگ اسے 'رومی اسکالر' بھی کہتے ہیں کہ اس نے مولانا روم کی مثنوی کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ نکلسن نے عربوں کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اپنے پیش رَوؤں میں سے جرمن مستشرق الفریڈ فون کریما Alfred von Kremer (۱۸۲۸۔۱۸۸۹ء)، گولڈزیہر، نولڈیکے اور ویلہاؤزن سے بہت استفادہ کیا ہے۔ اسلامی تاریخ اور علوم کے حوالے سے نکلسن کا رویہ اکثر اوقات جانبدارانہ نظر آتا ہے جیسا کہ سطور بالا میں اس کی چند مثالیں ذکر کی گئی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے تحقیقی انداز میں نکلسن کے جملہ افکار کا تجزیہ کیا جائے۔

کتابیات:

- اسماعیل حقی، مولانا(م۱۱۳۷ھ)، تفسیرروح البیان، مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، ۱۹۸۵ء
- رازی، محمدبن عمر، فخرالدین(م۶۰۶ھ)، تفسیرالکبیر، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان،1403
- عبدالقادرجیلانی،ڈاکٹر، ’’اسلام، پیغمبراسلامﷺاورمستشرقین مغرب کااندازِفکر‘‘، کتاب سرائے، اردوبازار، لاہور

[25] Ibid., p. 181

[26] بنوامیہ میں اگر حجاج (متوفی ۹۵ھ) ہے تو بنوعباس میں سفاح (متوفی ۱۳۵ھ) ہے اگرچہ حجاج بن یوسف کا ظلم ابو العباس السفاح سے بہت بڑھ کر ہے کہ جلیل القدر صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور فقہاء کی جماعت بھی اس کے شر سے محفوظ نہ رہی۔ اس کے بارے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا قول معروف ہے کہ اگر تمام قومیں اپنے خبیثوں کو جمع کر لائیں تو پھر بھی ہمارے حجاج کے مقابلے میں ناکافی ہوں گے۔ یہ واضح رہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی بنوامیہ کے دور میں گورنر کے عہدے پر فائز تھا، کوئی خلیفہ نہیںتھالیکن پھر بھی بنوامیہ کی خلافت پر ایک بہت بڑا دھبہ اور بدنما داغ ہے۔ ابو العباس السفاح جو دولت خلافت عباسیہ کا بانی ہے،اس نے اپنا لقب ہی سفاح یعنی خوب خونریزی کرنے والا رکھا۔ اس نے چن چن کر اُمویوں کو قتل کیا یہاں تک کہ ان کی قبروں سے انہیں نکلوا کر ان کی لاشوں کی بھی بے حرمتی کی۔ بعض تاریخی روایات کے مطابق بنو عباس نے حضرت امیر معاویہ tکی میت کوبھی قبر سے نکلوا کر اس کی بھی بے حرمتی کی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب

- عبیداللہ کوٹی ندوی، اسلام اور مستشرقین، مرتبہ: ضیاء الدین اصلاحی، دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، انڈیا، ۲۰۰۴ء
- عمادالدین خلیل، ڈاکٹر، مقالہ:سیرت نبویؐ اورمستشرقین (منٹگمری واٹ کے افکارکاتنقیدی جائزہ)، مترجم: عبیداللہ کوٹی ندوی، مجلہ:اسلام اورمستشرقین ،مرتبہ:ضیاء الدین اصلاحی
- عینی، محمودبن احمد، بدرالدین، علامہ(م۸۵۵ھ)، عمدۃالقاری،ادارۃالطباعۃ المنیریۃ، مصر،۱۳۴۸ء
- محمدکرم شاہ، الازہری (م۱۹۹۸ء)، ضیاء النبیؐ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء
- ندوی، سلمان شمسی، مولانا، مشہور مستشرقین اور ان کی تصانیف (جائزہ اور تعارف)، اسلام اور مستشرقین، مرتبہ، محمد عارف عمری، دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، یوپی ، انڈیا، 2006ء
- Arberry, A. J. “Professor Reynold A. Nicholson, Litt.D., LL.D., F.B.A. 1988
- H. A. R. Gibb, ‘Nicholson, Reynold Alleyne (1868–1945)’, rev. Christine Woodhead, Oxford Dictionary of National Biography, Oxford University Press, 2004
- R.A Nicholson, “A Literary History of the Arabs, Cambridge University Press, U.K 1956
- Reynold, A. Nicholson, Literary History of the Arabs, New York: Charles Scribner's Sons, 1907
- Thomas Arnold and Alfred Guillaume. Oxford, UK: The Clarendon Press, 1931.
- Zeitschrift für Assyriologie und Vorderasiatische Archäologie. Volume 26, Issue 1-3 (Jan 1912).